Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

The Role of Prophet Muhammad ﷺ in Fostering Social Peace in Meccan Life

مکی زندگی میں معاشرتی امن کے لیے نبی کریم ﷺ کا کردار

Ahmed
Ph.D Research Scholar, Founder Global Seerah Form
Email: hahmedy77@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0008-7561-4505

Sayed Hasnain Shah
Ph.D Research Scholar
Email: razahassnain243@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-1181-8348

Sayed Noor Ullah Shah
Ph.D Research Scholar, Visiting Lecturer, Department of Islamiat Learning
University of Karachi
Email: noorullahsherazi34@gmai.com

Abstract

This article presents a brief academic study of the efforts made by the Prophet Muhammad (ﷺ) to establish and maintain peace during the Makkan period of his life. The Qur'an strongly condemns mischief and encourages peace, and the Prophet's life is a practical example of these teachings. During the Makkan phase, the Prophet (ﷺ) faced severe persecution, physical and mental torture, and constant threats to his life. Despite such conditions, he remained fully committed to peaceful methods and never took any step that could lead to violence or social disorder. Unlike the Madinan period, where he had political authority, in Makkah he had no power or protection. Still, his peaceful attitude remained unchanged even when the opposition from the Quraysh became extremely harsh. He preferred to leave his homeland instead of responding with conflict or endangering his peaceful mission. This article highlights the Prophet's (ﷺ) peaceful struggle during the Meccan era, including important events before and after the beginning of Prophethood, and aims to present it as a model of patience, peace, and nonviolent resistance.

Keywords: Meccan Period, Social Harmony, Seerah Studies, Nonviolence in Islam, Preaching Under Persecution, Islamic Ethics, Peacebuilding, Qur'anic Principles, Conflict Resolution

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

اللہ تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید میں یہ بات بالکل واضح طور پر بیان فرمادی ہے کہ اللہ تعالی نہ فساد کو پسند فرماتا ہے[1] اور نہ فساد کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے[2]۔ بلکہ وہ تو معاشرے میں ہمہ وقت امن قائم رکھنے کا اور فساد سے دور رہنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے[3]۔اور ہمارے پیارے آقا ﷺ کی مکمل زندگی اس کی عملی تفسیر ہے۔

پیارے آقا ﷺ چونکہ قرآن پاک کی عملی تفسیر ہیں لہذا آپ کی پوری زندگی میں ہمیں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے یہ اشارہ بھی ملے کہ آپ نے معاشرے کے امن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہو بلکہ آپ نے تو مشکل ترین حالات میں بھی معاشرے میں امن کے تناسب کو بگڑنے نہ دیا۔ مدنی زندگی میں تو آپ کی حکومت تھی، آپ کا نظام تھالہذا وہاں پر تو آپ کے لیے امن کا قیام آسان عمل تھا بنسبت مکی زندگی کے کہ جہاں قدم قدم پر ظلم تھا، ہر روز نئی تکلیف سے دو چار ہوناتھا، ہر طرح کی مخالفت کا سامنا کرنا تھا، جسمانی کے ساتھ ساتھ ذہنی تشدد کو بھی جھیلنا تھااور ہر وقت اپنی جان کو خطرے میں ڈالے رکھنا تھا، لیکن اس وقت بھی آپ نے اپنے اس 13 سالہ دور میں کسی بھی موقع پر کوئی بھی ایسا کام سرانجام نہیں دیا جس سے آپ کی جانب سے معاشرے کے امن کو نقصان پہنچے۔ کفارِ مکہ نے شر وفساد پھیلانے کی انتہا کردی اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ نے امن برقرار رکھنے کی وہ اعلی مثال قائم کردی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ آپ نے اپنی محبوب ترین زمین کو چھوڑدیا لیکن کوئی ایسا عمل نہ کیا جس سے آپ کی امن پسند دعوت کو کسی بھی طور نقصان پہنچے۔ یہ مختصر سار سالہ در حقیقت نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کا معاشرے میں قیامِ امن کے لیے کی گئی جدوجہد کا ایک مختصر مطالعہ ہے، جس میں قبل از بعثت کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور بعد از بعثت کی بھی پرامن جدوجہد پر نظر ڈالی گئی ہے۔

اس رسالے کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا مکی زندگی اور دوسرا معاشرے میں قیامِ امن۔

پہلے جزء کو لے کر بات کی جائے تو اسے اختیار کرنے کا سبب اور مقصد یہ ہے کہ عموما نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی پر اتنا کام نہیں کیا جاتا جتنا مدنی زندگی پر ہوتا ہے اور اس میں بھی بالخصوص قبلِ بعثت کے جو معاشرتی سطح کے واقعات ہیں ان سے متعلق ہماری معلومات کم ہوتی ہے۔ تو مکی زندگی میری نظر میں کئی پہلوؤں سے تشنہ ہے۔ لہذا اس تشنگی کو مٹانے کے لیے میں نے مکی زندگی کو اختیار کیا۔

[1] وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ [البقرة: 205]
[2] إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُفۡسِدِينَ [القصص: 77]
[3] وَلَا تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ بَعۡدَ إِصۡلَٰحِهَاۚ [الأعراف: 85]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

دوسرا جزء قیامِ امن سے متعلق ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ آج دنیا امن کی تلاش میں ہے۔ پچھلے سو سالوں کے درمیان world war 1 اور world war 2 میں جو قتل و غارت گری ہوئی وہ ہم سب کے سامنے ہے جس کے نتیجے میں اقوامِ متحدہ کا قیام بھی عمل میں آیا اور پھر اس کے بعد بھی جنگیں نہ رک سکیں بلکہ دنیا کو دہشتگردی کی صورت میں امن کو تار تار کرنے والا ایک اور "تحفہ" ملا۔ اور ابھی یہ سطریں رقم کرتے ہوئے بھی روس اور یوکرین کے مابین جنگ جاری ہے۔ تو یوں اس بے چینی کے عالم میں امنِ عالم کے لیے کسی بھی سطح پر کام کرنا میرے نزدیک بہت اہم ہے۔

اہمیت وضرورت

جیسا کہ میں نے موضوع کے مقاصد میں ذکر کیا کہ موجودہ دور میں دنیا امن کی تلاش میں ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں Peace Building پر کام ہو رہا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مختلف تنظیمات ہزاروں قسم کے پروگرامز ترتیب دیتی ہیں اور اس میں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو engage کیا جاتا ہے تاکہ وہ امن کے بارے میں جان سکیں، امن سے اپنی زندگی گزار سکیں اور معاشرے میں امن پھیلا سکیں۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ بطورِ مسلمان اس حوالے سے ہمیں اپنے آقا ﷺ کی سیرت کو دیکھنا چاہیے کیونکہ آپ امنِ عالم کے داعی، رحمۃ اللعالمین اور محسنِ انسانیت ہیں۔ آپ کی سیرت میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کو اپنا کر دنیا امن کے راستے پر چل سکتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے میں اسلام کے نام پر کچھ ناسور پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اسلام کے پیغام کو جنگ تک محدود کر دیا ہے لہذا ان کو بھی مخاطب کرنا اور یہ باور کروانا ضرور ہے کہ نبی کریم ﷺ کس قدر امن پسند انسان تھے۔ مگر یہاں بھی افراط و تفریط سے بچنا ہے اور امن کی بات کو اس انداز سے پیش کرنا کہ اس سے جہاد کی مخالفت ہو یہ بھی غلط ہے۔

قبلِ بعثت معاشرتی امن کے لئے نبی کریم ﷺ کا کردار

مکی زندگی میں بعثت سے پہلے کا دور وہ دور ہے جب نبی کریم ﷺ ابھی مسندِ تبلیغ پر جلوہ فرما نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی بطورِ نبی ایک قائد اور رہنما تھے بلکہ (عالم اسباب کے تحت) آپ مکہ کے ایک قریشی باشندے کی حیثیت سے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں بھی آپ نے ایک بھرپور سماجی زندگی گزاری اور اپنی زندگی کے اس دور میں ایک عام فرد کی حیثیت سے آپ نے جو لائحۂ عمل اختیار فرمایا وہ امت کے لیے اس طور پر بھی مشعلِ راہ ہے کہ سماج کی فلاح و بہبود کا کام کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کے پاس کوئی منصب، کوئی سیٹ اور کوئی عہدہ ہو بلکہ اس کے لیے تو بس جذبہ، خلوصِ نیت اور معاشرے کی اصلاح کی کڑھن ہونی چاہیے۔ اب آیئے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور قبل از بعثت قیامِ امن کے لیے نبی کریم ﷺ کی کوششوں کو جانتے ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

حلف الفضول

مکی زندگی میں بعثت سے قبل جب نبی کریم ﷺ کی عمرِ شباب نقطہ آغاز پر تھی اس وقت آپ نے معاشرے میں قیامِ امن کے سلسلے میں کیے جانے والے ایک نہایت اہم معاہدے "حلف الفضول" میں شرکت فرمائی۔ حلف الفضول عرب معاشرے میں قیامِ امن کے لیے کس قدر اہم تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے پسِ منظر کو بھی جانیں۔

پس منظر

قریشِ مکہ کو حلف الفضول پر ابھارنے والے بظاہر دو بڑے اسباب تھے۔

پہلا یہ کہ جزیرہ عرب میں جنگیں اور لڑائیاں عام تھیں۔ کوئی منظم حکومت نہ تھی جہاں سے اجتماعی انصاف فراہم کیا جاتا، لوگ قبائل میں بٹے ہوئے تھے لہذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کر دیتا تو پورے کے پورے دو قبیلے باہم دست و گریباں ہو جاتے بلکہ ان قبائل کے حلیف بھی اس جنگ میں کود پڑتے اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے ایک قتل سے شروع ہونے والی کہانی ایک مکمل جنگ پر اختتام کو پہنچتی۔ نتیجے میں کئی گھر ویران ہو جاتے، کئی بچے یتیم ہو جاتے، کئی ماؤں کی گود اجڑ جاتی، کئی باپوں کے سہارے چھن جاتے، کئی بہنوں کا فخر جدا ہو جاتا، کئی بیویوں کے سہاگ لٹ جاتے اور کئی دوستوں کے یار بچھڑ جاتے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سینکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے اور قتل و سفا کی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی، جنگِ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبد المطلب نے جو رسول اللہ ﷺ کے چچا اور خاندان کے سرکردہ تھے، یہ تجویز پیش کی۔"[4]

دوسرا سبب یہ تھا کہ عرب معاشرے کے کمزور افراد بالخصوص مسافروں کے ساتھ جب ظلم و زیادتی ہوتی تو کوئی نظام نہ ہونے کے سبب وہ بیچارے بے یار و مددگار پھرتے رہتے۔

اس سبب پر اگر غور کیا جائے تو حلف الفضول کا حقیقی سبب یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اولاً حلف الفضول کے معاہدے کا بنیادی نکتہ یہی ہے جیسا کہ علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

الْحِلْفَ الّذِي عَقَدَتْهُ قُرَيْشٌ بَيْنَهَا عَلَى نُصْرَةِ كُلّ مَظْلُومٍ بِمَكّةَ

ترجمہ: حلف الفضول وہ حلف ہے جسے قریش نے باہمی طور پر مکہ کے ہر مظلوم شخص کی مدد کرنے پر اٹھایا۔[5]

[4] شبلی نعمانی، علامه (ت 1914ء) , سیرۃ النبی ﷺ، کراچی: دار الاشاعت, 2004، ج ۱، ص ۱۲۳.
[5] سهيلی،عبد الرحمن بن عبد الله، (ت ٥٨١هـ) , الروض الأنف, ط: الأولى (بيروت: دار إحياء التراث العربي, 2000), ج ۲، ص ۴۵.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

دوم حلف الفضول معاہدے کا جو فوری سبب بنا وہ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے۔ واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ: یمن کا ایک تاجر اپنے سامانِ تجارت کے ساتھ مکہ آیا۔ عاص بن وائل جو مکے کا ایک رئیس اور سردار تھا اس نے اس تاجر سے سامان خریدا پھر اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا تاجر نے عاص بن وائل کے حلیفوں عبد الدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے اس کی شکایت کی اور ان سے مدد کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس مسافر کی مدد کرنے کے بجائے الٹا اسے جھڑک دیا جس سے وہ تاجر بڑا مایوس ہوا۔ پھر اس نے یوں کیا کہ طلوعِ آفتاب ے بعد جب قریش مکہ حرم کعبہ میں موجود تھے تو وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے اشعار کی صورت میں بلند آواز سے فریاد کی۔ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کی داستاں بیان کی اور قریشِ مکہ سے مدد بھی طلب کی۔

اس مسافر کی پکار پر سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے لبیک کہتے ہوئے اعلان کیا کہ: مَالِهَذَا مترَكٌ یعنی اب ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ لہذا بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ کے افراد عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور ان سب شرکاء نے اس مجلس میں ذیقعدہ کے اس مہینے میں کھڑے ہو کر اللہ تعالی سے یہ عہد کیا کہ:

لَيَكُونَنّ يَدًا وَاحِدَةً مَعَ الْمَظْلُومِ عَلَى الظّالِمِ حَتّى يُؤَدّى إلَيْهِ حَقّهُ مَا بَلّ بَحْرٌ صُوفَةً وَمَا رَسَا حِرَاءٌ وَثَبِيرٌ مَكَانَهُمَا، وَعَلَى التّأَسّي فِي الْمَعَاشِ [6]

ترجمہ: وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے۔ اور ہم اس عہد کے پابند رہیں گے جب تک سمندر، صوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب تک حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔

معاہدہ کرنے کے بعد یہ تمام حضرات عاص بن وائل کے یہاں گئے اور اس تاجر کا مال عاص بن وائل سے لے کر تاجر کو لوٹا دیا۔ [7]

قریشِ مکہ امن و امان کی صورتحال کو لے کر ویسے ہی بہت پریشان تھے، حربِ فجار، دیگر معاملات اور پھر اچانک یہ واقعہ پیش آیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور یوں یہ معاہدہ حلف الفضول وجود میں آ گیا۔ اس سارے پسِ منظر اور ان واقعات کو دیکھتے ہوئے بآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حلف الفضول جیسا معاہدہ عرب معاشرے کے لیے کس قدر ضروری تھا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر کہ یہ معاہدہ محض سماج کی خدمت نہیں تھا بلکہ گویا ہر ظالم کے ظلم کے خلاف ایک جہاد تھا۔

یاد رکھیں آپ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں، بہت سے سماجی و فلاحی کام کر سکتے ہیں، لوگوں کی مالی معاونت کر سکتے ہیں، ان کا پیٹ بھر سکتے ہیں اور ان کاموں میں آپ کو لوگوں کا بڑا تعاون بھی حاصل رہے گا لیکن جب بات آتی ہے ظلم سے ٹکرانے کی اور ظالم کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کی تو ہو سکتا ہے لوگ آپ کی دبے لفظوں تعریف تو کر دیں لیکن کھل کر آپ کا ساتھ دینے سے کترائیں، کیونکہ انہیں اپنے انجام سے خوف محسوس ہو رہا ہو گا۔ اس ساری صورتحال

[6] سهيلي, الروض الأنف، ج ۵، ص ۴۷.
[7] ایضاً

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا آپ حضور ﷺ کی حلف الفضول میں شمولیت کو دیکھیں کہ محض بیس سال کی عمر ہے لیکن معاشرے میں امن قائم کرنے کی خاطر آپ معاشرے کے ظالم ترین افراد سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔اور قیامِ امن کے سلسلے میں کیا جانے والا یہ معاہدہ آقا کریم ﷺ کو کس قدر پسند تھا اور آپ کے دل کے کس قدر قریب تھا کہ آپ اس پر گویا فخر فرمایا کرتے تھے۔بعد از بعثت ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبّ أَنّ لِي بِهِ حُمْرَ النّعَمِ وَلَوْ دُعِيت إلَيْهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْت۔ [8]

یعنی میں حلف الفضول کے وقت عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں موجود تھا، میں اس کے بدلے سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہ کروں۔اور اگر اسلام میں بھی مجھے کوئی اس کی طرف بلائے تو میں اسے قبول کروں گا۔

اس فرمانِ نبوی ﷺ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ معاشرے کو پر امن اور ظالموں کے تشدد سے بچانے کے لیے کس قدر Dedicated تھے۔

حلف الفضول کی نشاۃ ثانیہ

نبی کریم ﷺ کی قیامِ امن کی خاطر مزید کوششوں کو اگر ہم حلف الفضول ہی کے تناظر میں دیکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حلف الفضول کا آغاز اگرچہ زبیر بن عبد المطلب کی کاوش سے ہوا لیکن اس معاہدے کے عمل میں تیزی اس وقت آئی جب نبی کریم ﷺ اس حوالے سے مکمل طور پر فعال ہوئے۔نبی کریم ﷺ نے قریشی نوجوانوں کا ایک مسلح جتھ تشکیل دے کر گویا اس معاہدے میں نئی روح پھونک دی اور اس کی نشاۃ ثانیہ فرمادی تھی۔اس بات کو رومانیہ کے وزیر خارجہ "کونستانس جیو جیو" نے حضور ﷺ کی سیرت پر لکھی ہوئی اپنی کتاب "نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ" میں بیان کیا ہے۔انہوں نے حلف الفضول معاہدے کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہی کی ہے کیونکہ اس معاہدے کو حقیقی معنوں میں منظم اور مؤثر بنانے والے نبی کریم ﷺ ہی تھے۔

انہوں نے لکھا:

"بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف سے حلف الفضول کے منصوبے کی تجویز بہت اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے انہوں نے لوگوں کو ان کے حقوق دلوانے میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس طرح ایک شخص کی وجہ سے جو پورے قبیلے سے دشمنی نکالی جاتی تھی اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔"

نبی کریم ﷺ کی طرف جو اس معاہدے میں جدت آئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"حلف الفضول نام ہے اس منظم دستے کا جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف ایک تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔"

[8] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، (ت 213ھ) , السيرة النبوية لابن هشام, ط: الثانية (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى, 1955), ج 1، ص 134.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

لیکن آخر نبی کریم ﷺ کو ایک مسلح گروہ تشکیل دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ایک دیہاتی حج کرنے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو بہت خوبصورت تھی۔ مکہ کے ایک دولت مند تاجر نے اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا۔ اب اس غریب مسافر باپ کے پاس اپنی بیٹی کو چھڑوانے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ تھے اس کے قبیلے والے لیکن پھر اسے خیال آتا ہے کہ اس کے قبیلے کے مردوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اور وہ مکہ میں بسنے والے قریشی قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ابھی وہ اسی پریشانی کے عالم میں ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس واقعے کا علم ہو جاتا ہے لہٰذا آپ قریشی نوجوانوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں کہ قریشی تاجر نے جو غلط حرکت کی ہے ہمیں اس پر خاموش نہیں رہنا چاہیے چنانچہ قریش کے وہ تمام نوجوان کعبہ شریف کے پاس جمع ہوئے اور ان سب نے مل کر مظلوم کی مدد پر حلف اٹھایا۔ اور حلف اٹھانے کے بعد انہوں نے حجرِ اسود کو زم زم سے دھویا اور اس کا پانی پی لیا جو کہ حلف کو پختہ کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ اس ساری کاروائی میں حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔

اس مختصر سی تقریبِ حلف برداری کے بعد وہ تمام قریشی نوجوان نبی کریم ﷺ کی قیادت میں اس تاجر کے یہاں جاتے ہیں اور اس سے سختی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ تاجر کی بیٹی کو واپس کر دے۔ وہ تاجر ان سے ایک رات کی مہلت مانگتا ہے لیکن وہ کسی صورت راضی نہیں ہوتے اور اسی وقت اس دیہاتی کی بیٹی کو اس ظالم سے بازیاب کروا کے اسے اس کے باپ کے حوالے کر دیتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک تاجر مکے آیا اور ابو جہل نے اس سے مال خرید کر اسے رقم دینے سے انکار کر دیا پھر جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ خود ابو جہل کے یہاں تشریف لے گئے اور آپ نے اس تاجر کو اس کا حق دلوایا۔[9]

تنصیبِ حجرِ اسود

مکی زندگی میں بعثت سے قبل تنصیبِ حجرِ اسود کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی قیامِ امن کی کوششوں کا ایک نئی جہت سے بہت خوبصورت نقشہ پیش کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے قیامِ امن کے لیے محض طاقت کا استعمال نہیں کیا (جیسا کہ حلف الفضول میں ہم نے جانا) بلکہ آپ نے قیامِ امن کے سلسلے میں اپنی ذہانت و فطانت کا بھی بھرپور استعمال فرمایا۔

[9] پیر کرم شاہ، محمد کرم شاہ، الازہری، (ت 1998ء) , ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز, 2018), ج ۲، ص ۱۲۳.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی کریم ﷺ کی عمر پینتیس (۳۵) برس تھی۔ اس واقعے کو تقریباً تمام ہی سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ ہم یہاں اس واقعے سے متعلق ایک مختصر ساخاکہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ بات طول اختیار نہ کرے اور ہمارا مدعا بھی اچھی طرح سامنے آجائے۔

کعبہ کی عمارت بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے کافی کمزور ہو گئی تھی اور منہدم ہونے کے قریب تھی۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔ چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں نبی کریم ﷺ بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ اس تعمیر میں مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے۔ جب عمارت "حجر اسود" تک پہنچ گئی تو قبیلوں میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی "حجر اسود" کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تاکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اسی کشمکش اور لڑائی میں چار دن گزر گئے اور جھگڑا یہاں تک پہنچ گیا کہ تلواریں نکل آئیں اور بنو عبدالدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں ۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں جب تمام قبائل عرب جمع ہوئے تو جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ابو امیہ بن مغیرہ جو کہ ان میں سب سے بڑی عمر کا تھا اس نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو ثالث مان لیا جائے اور وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ اللہ تعالی کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہوا وہ نبی کریم ﷺ ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ "امین" ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس جھگڑے کا اس طرح فیصلہ فرمایا کہ آپ ﷺ نے پہلے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنا ایک ایک سردار چن لیں۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے ایک ساتھ چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو نبی کریم ﷺ خود آگے بڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔[10]

اب اگر اس پورے واقعے کا تفصیلی تجزیہ کیا جائے تو ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کی بہت سی خوبیاں آتی ہیں۔ ایک تو آپ کی ذہانت کہ آپ نے ایک مشکل مسئلے کو کس قدر آسانی کے ساتھ حل کر دیا۔ پھر دوسرا آپ کا کردار کہ بڑے بڑے سرداران موجود ہیں لیکن وہ آپ سے فیصلہ کروانے پر راضی ہیں حالانکہ آپ ابھی نوجوانی

[10] علامہ عبد المصطفی، اعظمی، , سیرتِ مصطفی ﷺ (کراچی: مکتبۃ المدینہ, 2008), ص 97.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

کی عمر کو پہنچے ہیں اور پھر سب سے اہم بات جو کہ ہمارا مقصد بھی ہے، بنیادی موضوع بھی اور موضع استشہاد بھی کہ آپ نے کس طرح اپنے ایک فیصلے سے ایک مقدس کام کے لیے ہونے والی ایسی جنگ کو روک دیا جس کے نتیجے میں ناجانے کتنے لوگ ابدی نیند سو جاتے اور معاشرے کا امن تباہ و برباد ہو جاتا۔

بعد بعثت معاشرتی امن کے لئے نبی کریم ﷺ کا کردار

بعثت نبوی ﷺ کے بعد کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی تین سال تک نبی کریم ﷺ خفیہ تبلیغ فرماتے رہے اور پھر رب تبارک وتعالی نے وحی کے ذریعے آپ کو علانیہ تبلیغ فرمانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لہذا اس تین سال کے عرصے میں نبی کریم ﷺ نے ان منتخب افراد تک دین کی دعوت پہنچائی جو بہت زیادہ قابلِ اعتبار تھے۔ اس میں جہاں بہت سی حکمتیں ہوں گی وہیں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ اگر دعوت کی بات اچانک پھیل جاتی تو قریش کی طرف سے مخالفت کی نوعیت شاید مختلف ہوتی جس کے نتیجے میں ممکن تھا کہ حالات زیادہ خراب ہوتے، گرچہ مخالفت تو بعد میں بھی ہوئی اور شدید ہوئی اور وہ اس لیے ہونی تھی کہ باطل حق کو کبھی قبول نہیں کرتا لہذا مخالفت تو یقینی تھی لیکن پھر بھی ابتداء میں دعوت کے لیے جس انداز کا ماحول بنایا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن وامان قائم رکھنا نبی کریم ﷺ کی اولین ترجیحات میں سے تھا۔

اسی طرح ایک بات اور بھی مد نظر رکھی جائے کہ معاشرے کو پرامن بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرے میں اخلاقی اقدار زندہ ہوں جن کا پاس ولحاظ بھی رکھا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت کو دیکھا جائے تو آپ کی دعوت تمام اخلاقی اقدار کی بھی جامع تھی جیسا کہ خود آپ کا ارشاد بھی اس پر شاہد ہے۔[11] یہ بات اس مقام پر ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رؤسائے قریش نے جو نبی کریم ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی ان کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ قریش کے رؤسا اور سردار اخلاقی زوال کا شکار تھے، مختلف قسم کی سماجی برائیاں ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھیں لہذا اگر حضور ﷺ کا پیغام پھیل جاتا تو ان کے پاس جو اختیارات تھے اور جو اقتدار تھا وہ چلا جاتا اور اسی کے ساتھ سماج سے برائیوں کا خاتمہ ہو جاتا جس کے نتیجے میں معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا۔ یعنی یہ واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ سماجی و معاشرتی اخلاق کو فروغ دے کر معاشرے کو امن وامان کے گلدستوں سے سجانا چاہتے تھے جو کفارِ مکہ کو منظور نہ تھا۔ اب آیئے بعدِ بعثت قیامِ امن کے لیے نبی کریم ﷺ کی کوششوں کا واقعات کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں۔

[11] عن أبي هريرةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قال: قال رسولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إنَّما بُعِثتُ لأُتَمِّمَ مَكارِمَ الأخلاقِ"۔ (بیهقی، احمد بن الحسين ، (ت 457ھ) , السن الكبرى, ط: الاولى (القاهرة: مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية, 2011), كتاب الشهادات، باب: بيان مكارم اخلاق و معاليها التى من كان متخلقا بها، رقم الحديث: ٢٠٨١٩، ص ٢١.)
ترجمہ: بے شک میں اعلی اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ہجرتِ حبشہ

مکی زندگی میں بعد از بعثت قیامِ امن کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ہجرتِ حبشہ کا واقعہ سرِ فہرست نظر آتا ہے۔ ہجرتِ حبشہ اسلامی تاریخ کی پہلی ہجرت تھی، جس کی سبب امن کو قائم رکھنا اور اپنے دین کو بچانا تھا۔ اس خطے میں مسلمانوں نے آپ ﷺ کے حکم سے دو مرتبہ ہجرت کی تھی۔ ہجرتِ حبشہ معاشرے میں قیامِ امن کے سلسلے میں کس طرح ایک بہترین فیصلہ تھا اس کا اندازہ لگانے کے لئے آیئے پہلے مختصرا اس کا پسِ منظر جانتے ہیں۔

پسِ منظر

نبی کریم ﷺ نے ابتدائی تین سال خفیہ طور پر تبلیغ کی اور پھر اس کے بعد علانیہ تبلیغ کا آغاز ہوا اور ہر خاص و عام تک اسلام کا پیغام پہنچ گیا۔ سردارانِ قریش نے جب دعوتِ حق کو سنا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی کیونکہ وہ اس بات کو بالکل برداشت نہیں کر پا رہے تھے کہ کوئی ان کے آباء واجداد کے دین کو چھوڑنے کی باتیں کرے، ان کے معبودانِ باطلہ یعنی بتوں کو برا بھلا کہے اور ان کے فرسودہ رسوم کی مخالفت کرے لہذا انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والے اصحاب و بندگانِ خدا سے دشمنی اختیار کر لی اور مخالفت پر اتر آئے اور یہ مخالفت صرف زبانی کلامی مخالفت نہیں تھی بلکہ وہ اس مخالفت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے سرزمینِ مکہ پر ظلم و ستم کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔

یوں تو قریشِ مکہ نے بانیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ کو بھی ایذا پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی جیسے راستے میں کانٹے بچھانا اور آپ کے صحن میں کوڑا کرکٹ ڈال دینا لیکن کئی وجوہات کی بنا پر وہ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو باضابطہ نشانہ نہیں بنا سکتے تھے جیسا کہ انہوں نے دیگر اصحاب و افراد کو بنایا بالخصوص ایمان لانے والوں میں سے ان افراد کو جو مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے یا غلامی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے بے حد کمزور تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو ایک تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ بنو تمیم کے سردار تھے، جب انہوں نے حرم شریف میں بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی تو کافروں نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ بنو امیہ کے ایک معزز رکن تھے، جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا نے آپ کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر اور رسی میں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما جیسے اثر و رسوخ رکھنے والے اصحاب کو اس قدر تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا تو کمزور لوگوں پر کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے گئے ہوں گے۔ حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت خبیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کے اجسام مبارکہ کو جس انداز سے تختہ مشق بنایا گیا اور عرب کے تپتے صحرا اور چلچلاتی دھوپ میں ظلم و ستم کے

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

جو پہاڑان پر توڑے گئے تاریخ وسیر کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو تو اپنے والدین کے بچھڑنے کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ آپ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنھا اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی پہلی خاتون ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا امن ساز فیصلہ

ایک طرف ظلم وستم کی یہ داستانیں ہیں اور ایک طرف پیارے آقا ﷺ کے جانثاروں کی ہمت اور ثابت قدمی ہے اور پھر خود پیارے آقا ﷺ کا صبر ہے کہ اتنا ظلم ہونے کے باوجود آپ کوئی ایساری ایکشن نہیں دے رہے جس سے معاشرے میں امن وامان ی فضامزید مکدر ہو، مزید انتشار پھیلے، کفارِ مکہ کی طرف سے تو امن کا جنازہ نکالا ہی جارہا تھا لیکن آپ اور آپ کے اصحاب ایسا کوئی فعل سرانجام نہیں دے رہے تھے جس سے معاشرے کے امن کو مزید نقصان پہنچے اور پھر اس وقت معاشرے میں امن کو برقرار رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جو مسلمانوں کے حق میں جو فیصلہ فرمایا تاریخ میں اسے ہجرتِ حبشہ کا نام دیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب محسوس کیا کفار کی طرف سے مظالم بڑھتے ہی جارہے ہیں اور مسلمان ایک طرف جہاں ظلم وستم برداشت کر رہے ہیں وہیں دوسری طرف اسلامی احکامات پر عمل بھی ان کے لیے مشکل سے مشکل ترین امر ہوتا جارہا ہے تو بالآخر نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت مرحمت فرمائی جس میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی اور حبشہ کا انتخاب اسی لیے کیا گیا تھا کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی ایک عادل حکمران تھا لہذا ایسا ممکن نہیں تھا کہ وہ وہاں پر بلاوجہ مسلمانوں پر ظلم وستم کرتا۔[12]

مسلمان جب حبشہ کے لیے نکلے تو تب بھی کفارِ مکہ نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ بھی حبشہ پہنچ گئے تاکہ نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف ورغلا سکیں لیکن نجاشی کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور انہیں خائب وخاسر لوٹنا پڑا۔ پھر حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ بھی ہجرت ہوئی تھی جس میں 83 افراد شامل تھے۔ ہجرتِ حبشہ کی اجازت نبی کریم ﷺ کی طرف بعد از بعثت معاشرے میں قیامِ امن کے سلسلے میں ایک بہت اچھی پیش رفت تھی جس سے آپ نے معاشرے میں کفار کی طرف سے پھیلنے والے انتشار کو بھی روکنے کی کوشش کی اور دوسری طرف بے گناہ لوگوں کو کفار سے ظلم وستم سے آزادی دلانے کی کوشش بھی کی۔ یہ الگ بات ہے کہ پھر پیچھے رہ جانے والے افراد پر کفار کی طرف سے مزید مظالم ہونا شروع ہوگئے تھے لیکن پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حبشہ کی طرف جب دوسری ہجرت ہوتی ہے تو اس میں لوگوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے اور پھر ظلم وستم کے سلسلے میں حتمی کمی تو اسی وقت آتی ہے جب مدینہ طیبہ کی طرف حتمی ہجرت ہوتی ہے۔ تو اس پورے سلسلے کو

[12] ابن ہشام, السيرة النبوية لابن هشام, ج ١، ص ٣٢٢.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

بنظرِ غائر دیکھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے اس دوران ایک مرتبہ بھی اس طرح کی کوئی کوشش نہیں کی گئی جس سے معاشرے کے امن کو نقصان پہنچے بلکہ آپ نے تو وہی فیصلہ فرمایا جس سے بے گناہ لوگوں کی جان بھی محفوظ ہو اور معاشرے میں مزید انتشار بھی نہ پھیلے لیکن کفارِ مکہ کی شرارت اس قدر زیادہ تھی اور ان کی دشمنی اس نہج پر پہنچ گئی تھی کہ وہ کسی قیمت پر چین، امن اور سکون نہیں چاہتے تھے اور ان کی طرف سے یہ شرارتیں فتحِ مکہ تک چلتی رہیں جس کے نتیجے میں کئی چھوٹی بڑی جنگیں بھی ہوئیں اور پھر فتح آخر حق کی ہوئی۔

شعبِ ابی طالب میں محصوری

اعلانِ نبوت کے ساتویں سال قریشِ مکہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ اور ان کے اپنے قبیلے بنو ہاشم کے خلاف کفارِ مکہ کی طرف سے ایک معاشی و معاشرتی مقاطعہ کیا گیا تھا۔ اس مقاطعہ کے دوران حضور ﷺ اپنے اصحاب اور قبیلہ بنو ہاشم کے افراد کے ہمراہ تین سال تک شعب ابی طالب میں ہی محصور رہے تھے۔

پسِ منظر

نبی کریم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں بہت سے لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا، کفارِ مکہ سے یہ بات برداشت نہیں ہوئی اور انہوں نے ظلم و ستم شروع کر دیا لیکن ان کے ظلم و ستم کے باوجود بھی وہ حضرات اسلام سے نہیں پھرے، پھر اسی دوران بعض اصحاب نے ہجرت فرمائی جس سے کفارِ مکہ کے تن بدن میں مزید آگ لگ گئی، پھر ان کا ایک گروہ نجاشی کے دربار تک گیا تاکہ وہاں مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کر سکے لیکن ذلالت و رسوائی ایک مرتبہ پھر کفارِ مکہ کا مقدر بنی، پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات حلقہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ اسلام کی روز افزوں ترقی اب کفارِ مکہ سے مزید برداشت نہ ہوئی۔

باطل طاقتوں اور قوتوں نے جب دیکھا کہ حق کی صدا بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی ہے اور ان کے پرانے سارے حربے (ظلم و ستم اور الزام تراشی وغیرہ) ناکام ہو چکے ہیں تو ان کی دشمنی مزید کھل کر سامنے آئی اور انہوں نے باقاعدہ یہ اعلان کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کو ہمارے حوالے کیا جائے ہم انہیں قتل کر دیں گے کیونکہ انہوں نے ہمارے لوگوں کو خراب کر دیا ہے (یعنی انہیں ان کے آباء واجداد کے دین سے پھیر دیا ہے) اور وہ ساتھ یہ بھی چاہتے تھے کہ حضور کو کوئی غیر قریشی قتل کر دے تاکہ ان کا دامن صاف رہے یہاں تک کہ وہ حضور کے قبیلہ بنو ہاشم کو دوگنا خون بہا (یعنی قصاص) ادا کرنے پر بھی راضی تھے۔[13]

[13] شامی، محمد بن یوسف، (ت ٩٤٢ھ) , سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد, ط: الأولى (لبنان: دار الكتب العلمية بيروت, 1993), ج 2، ص 377.

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

حضرت ابو طالب نے جب یہ معاملہ دیکھا تو انہوں نے اپنی قوم کو ساتھ ملایا اور ان سب نے مل کر یہ عہد کیا کہ ہم حضور ﷺ کو ان کے حوالے نہیں کریں گے اور وہ یوں سب حضور ﷺ کی مدد کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور شعبِ ابی طالب میں جمع ہو گئے۔ جب کفار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے اصحاب کے ساتھ ساتھ ان کی پوری قوم بھی ان کے ساتھ مل گئی ہے اور وہ انہیں قتل نہیں کرنے دیں گے تو انہوں نے ایک مرتبہ پھر اپنا طریقہ واردات بدلا اور اس مرتبہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے خلاف ایک معاشی و معاشرتی مقاطعہ کا پلان بنایا اور صرف حضور ﷺ کے خلاف ہی نہیں بلکہ جو جو آپ کے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون کر رہے تھے یعنی آپ کے جاں نثار اصحاب اور قبیلہ بنو ہاشم کے افراد ان سب کے خلاف کفارِ مکہ نے آپس میں ایک معاہدہ کیا جو کچھ اس طرح تھا:

أَنْ لَا يُنْكِحُوا إِلَيْهِمْ وَلَا يُنْكِحُوهُمْ، وَلَا يَبِيعُوهُمْ شَيْئًا، وَلَا يَبْتَاعُوا مِنْهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا لِذَلِكَ كَتَبُوهُ فِي صَحِيفَةٍ، ثُمَّ تَعَاهَدُوا وَتَوَاثَقُوا عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ عَلَّقُوا الصَّحِيفَةَ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ ۔ (14)

ترجمہ: کہ وہ نہ انہیں نکاح کے لیے رشتہ دیں گے اور نہ ان سے نکاح کے لیے رشتہ لیں گے، نہ انہیں کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ان سے خریدیں گے۔ جب وہ ان باتوں پر متفق ہو گئے تو پھر انہوں نے اسے ایک کاغذ میں لکھا اور اس پر عمل درآمد کا وعدہ کیا اور اسے کعبہ شریف کے اندر لٹکا دیا۔

سیرت ابنِ کثیر میں ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے:

أَلَا يُجَالِسُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يَدْخُلُوا بُيُوتَهُمْ حَتَّى يُسَلِّمُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَتْلِ،لَا يقبلُوا من بنى هَاشم صلحا أبدا، وَلَا تَأْخُذُهُمْ بِهِمْ رَأْفَةٌ حَتَّى يُسْلِمُوهُ لِلْقَتْلِ۔ (15)

ترجمہ: (کفار نے یہ طے کیا کہ) وہ ان لوگوں کے ساتھ نشست نہیں رکھیں گے، نہ ان کے ساتھ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ کریں گے اور نہ ہی ان کے گھروں میں قدم رکھیں گے جب تک وہ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ اور بنو ہاشم کے ساتھ ہر گز صلح نہ کریں گے اور نہ ان پر ترس کھائیں گے یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔

قریش کا یہ ظالمانہ اور سنگدلانہ معاہدہ جس نے مکہ کے امن و امان کو پارہ پارہ کر دیا تھا کوئی دو چار مہینے نہیں بلکہ مکمل تین سال تک چلا۔ اس دوران شعبِ ابی طالب کے پناہ گزینوں نے کس انداز سے زندگی گزاری اس کی الگ تفصیل ہے۔ بھوک، پیاس، غم اور طرح طرح کی تکالیف اس وادی میں بھٹکتی پھرتی تھیں یہاں تک بچوں کے رونے کی آوازیں حرم پاک کے در و دیوار سے ٹکراتی تھیں لیکن ان ظالموں کو بالکل رحم نہ آتا۔ اگر کوئی ان کی مدد کی خاطر کچھ کھانا پینا ان تک پہنچانا چاہتا تو وہ اسے بھی روک دیتے اور اگر کوئی تاجر ان کی طرف جاتا تو اسے بھی ورغلاتے اور دوگنی قیمت میں اس سے سودا حاصل کر لیتے لیکن شعبِ ابی طالب کے پناہ گزینوں کو تھوڑا سا بھی فائدہ پہنچے یہ انہیں بالکل گوارا نہیں تھا۔

(14) ابن ہشام, السيرة النبوية لابن هشام, ج ١، ص ٣٥٠.
(15) ابن كثير،اسماعيل بن عمر ، (ت ٧٧٤ه) , السيرة النبوية لابن كثير (لبنان: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت, 1976), ج 2، ص 44.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

نبی کریم ﷺ کی پرامن جدوجہد

بنو ہاشم شعبِ ابی طالب میں پناہ گزیں کیوں ہوئے؟ اور قریش نے ان کا معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کس لیے کیا اور اس ظالمانہ بائیکاٹ کے وقت حضور ﷺ کے اصحاب اور آپ کے قبیلے والے کس طرح آپ کے ساتھ جڑے رہے یہ سب آپ نے جان لیا۔ اب آپ خود دیکھ لیجیے کہ وہ اصحاب جو حضور ﷺ کی خاطر اتنی پریشانیاں برداشت کر رہے ہیں اور ہر روز جی رہے ہیں ہر روز مر رہے ہیں، کیا وہ حضور ﷺ کے ایک حکم پر اپنی جانیں داؤ پر لگا کر کسی بھی طرح ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے؟ اگر ایک طرف اِن کا اتنا نقصان ہو رہا ہے تو کیا وہ اس کے مقابلے میں اُن کفار کو دس فیصد نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے تھے؟ کیا وہ خود پر ہونے والے مظالم کا کسی بھی طرح بدلہ نہیں لے سکتے تھے؟ کیا وہ کسی ایک بھی ظالم کی جان نہیں لے سکتے تھے؟ یقیناوہ بہت کچھ کر سکتے تھے؟ اور حضور ﷺ چاہتے تو آپ اپنے اصحاب کے ذریعے انہیں کسی نا کسی حد تک نقصان ضرور پہنچادیتے لیکن قربان جائیں امن کے اس داعی پر کہ آپ نے ایک بھی حکم ایسا نہیں دیا جو انتقامی کاروائی کا جذبہ ابھارے یا جس سے معاشرے میں مسلمانوں کی طرف سے انتشار پھیلے۔

حضور ﷺ نے اپنا ساتھ دینے والوں کے ساتھ تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور ہونا برداشت کر لیا، بھوک پیاس اور مختلف قسم کی تکالیف برداشت کر لیں لیکن مجال ہے کہ آپ نے ایک بھی حکم نامہ ایسا جاری کیا ہو جس سے معاشرے کے امن کو آپ کی وجہ سے نقصان پہنچے۔ اور پھر پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے کے مصداق قدرت نے آپ کی مدد فرمائی اور آپ کو کس انداز سے سرخرو فرمایا کہ ان سنگدل اور ظالموں کے ساتھیوں نے ہی ان کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کر دی اور یوں آپ باطل کے آگے پسپا ہوئے بغیر اور معاشرے کے امن کو اپنی جانب سے نقصان پہنچائے بغیر ہی سرخرو ہو کر شعبِ ابی طالب سے باہر تشریف لے آئے۔

سفرِ طائف

تبلیغِ اسلام کی خاطر طائف کی طرف کیا جانے والا سفر مخالفین کے ظلم کی اور آقا ﷺ کے صبر کی ایسی داستاں ہے جسے سن کر امتی کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور اس کا دل نبی ﷺ کی عظمت کا مزید قائل ہو جاتا ہے۔ طائف کی وادی میں آقا ﷺ کو جس انداز سے ستایا گیا اور پھر اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے جو انداز اختیار کیا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ واقعی رحمۃ اللعالمین، محسنِ انسانیت اور امنِ عالم کے پیامبر اور داعی ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

پسِ منظر

شعبِ ابی طالب سے باہر آنے کے کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ کے عمِّ محترم جناب ابو طالب کی وفات ہو گئی اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد آپ کی دست و بازو زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال کر گئیں۔ تو یوں ایک ہی برس میں آپ کی دو انتہائی قریبی اور وفادار شخصیات آپ سے جدا ہو گئیں اور ایمان لانے کے معاملے میں اہلِ مکہ سے بھی آپ مایوس ہو چکے تھے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مکہ کو الوداع کہہ کر اس نیت سے طائف کا رخ کیا کہ شاید وہ ایمان لے آئیں اور اسلام کے مشن کو لے کر آگے بڑھیں۔

طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا، اور بنو ثقیف کے سب سے طاقتور اور چوٹی کے سردار تین تھے جن کا تعلق عمرو خاندان سے تھا۔ عبد یالیل بن عمرو، مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو۔ نبی کریم ﷺ جب ان تینوں کے پاس اسلام کی دعوت لے کر پہنچے تو وہ تینوں نہایت ہی برے انداز سے آپ سے پیش آئے۔

ان میں ایک کہتا ہے:

هو يمرط ثياب الكعبة إن كان الله أرسلك

ترجمہ: اگر آپ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو گویا میں نے غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

دوسرے نے اپنے خبثِ باطنی کا اظہار کچھ یوں کیا:

أما وجد الله أحد يرسله غيرك

ترجمہ: کیا تمہارے سوا اللہ کو اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر مبعوث کرتا۔

اور تیسرے نے کہا:

والله لا أكلّمك أبدا، لئن كنت رسول من الله كما تقول لأنت أعظم خطرا من أن أردّ عليك الكلام، ولئن كنت تكذب على الله ما ينبغي لي أن أكلمك

ترجمہ: خدا کی قسم: میں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو پھر آپ کی شان بڑی بلند ہے مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ میں آپ کے کلام کا جواب دوں۔ اور اگر آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کے ساتھ بات کروں۔

ان ظالموں اور بدبختوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ حضور ﷺ سے کہنے لگے کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے ہمارے جوانوں کو بگاڑ دو۔ پھر یہاں بھی ان کی سرکشی نہیں رکی اور انہوں نے پیارے آقا ﷺ کی شان میں گستاخی در گستاخی کرنے کے بعد اب شہر کے اوباش لڑکوں کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے آوازیں کستے، (معاذ اللہ) گالیاں بکتے، اپنے بتوں کے نعرے لگاتے یہاں تک کیا کہ آقا کریم ﷺ جس راستے سے

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

گزر رہے تھے وہاں یہ بیٹھ گئے اور انہوں نے آپ پر پتھر مارنا شروع کر دیے، جو پاؤں آپ زمین پر رکھتے وہ نشانہ بنا کر اسی پر پتھر مارتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور ان سے خون بہنا شروع ہو گیا۔[16]

نبی کریم ﷺ کی صدائے امن

طائف میں پیش آنے والے واقعہ کا مکمل حال آپ نے ملاحظہ کیا اور وہ وقت کس قدر سخت تھا اس کا اندازہ اس دعا[17] سے کیا جا سکتا ہے جو نبی کریم ﷺ نے یہ واقعہ پیش آنے کے بعد عتبہ کے باغ میں بیٹھ کر فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ پوچھا کہ کیا آپ پر احد کے دن سے زیادہ بھی کوئی سخت دن گزرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي ۔

یعنی تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے یوم العقبہ کو پہنچیں وہ بہت زیادہ سخت تھیں یعنی جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ میں اس دن سخت پریشان اور غمگیں تھا۔

اندازہ کیجیے کہ وہ دن کس قدر سخت ہو گا کہ ہجرت کے بعد بھی نبی کریم ﷺ اس کو بھلا نہ پائے اور اسے اپنی زندگی کا سب سے تکلیف دہ دن قرار دیا۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ:

فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔ [18]

[16] شامی، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد, ج 2، ص 438.

[17] اللهم إني أشكوا إليك ضعف قوّتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا أرحم الراحمين أنت رب المستضعفين وأنت ربي إلى من تكلني إلى بعيد يتجهّمني أو إلى عدوّ ملكته أمري إن لم يكن بك عليّ غضب فلا أبال ولكن عافيتك هي أوسع لي، أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تنزل بي غضبك أو تحلّ علي سخطك لك العتبى حتى ترضى ولا حول ولا قوة إلا بك۔(الشامی، ج ۲، ص ۴۳۹.)
ترجمه: اے اللہ ! میں اپنی طاقت کی ناتوانی، اپنی قوت عمل کی کمی، لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الرحمین ! تو کمزوروں کا رب ہے تو میرا رب بھی ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ ایسے بعید کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے۔ کیا کسی دشمن کو تو نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے ۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو تو مجھے تکلیفوں کی ذرا پروا نہیں۔ پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دلکشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ۔ جس سے تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر اور تو اتار اپنی ناراضگی ۔ میں تیری رضا طلب رتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہوجائے۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل، (ت 256ھ) صحيح البخاري (مصر: السلطانية, 1894), كتاب بدء الخلق، باب: اذا قال احدکم آمین و الملائكة فی السماء، رقم الحديث: 3231، ج 4، ص 115.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

یعنی میں کھویا ہوا چلتا رہا جب میں قرنِ ثعلب کے مقام پر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں، میں نے اچانک سر اوپر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر میں نے غور سے دیکھا تو حضرت جبرئیل مجھے وہاں دکھائی دیے انہوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا اور کہا۔ اللہ تعالی نے وہ تمام گفتگو سن لی ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کی ہے اور جو سخت جواب انہوں نے آپ کو دیا ہے۔ اللہ تعالی نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ جو حکم اسے دیں گے وہ بجالائے گا۔ پہاڑوں کے فرشتہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا پھر گزارش کی کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملادوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

نبی کریم ﷺ کے ان کلمات سے اندازہ کیجیے کہ آپ کس قدر رحم دل تھے اور امن آپ کو کس قدر پسند تھا، آپ ہر گز نہیں چاہتے تھے کہ دو پہاڑوں کو ملا کر طائف کی اس وادی کو اور اس پورے معاشرے کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ حالانکہ آپ کے پاس مکمل اختیار تھا، حالانکہ آپ ان کے رویے سے بے حد نجیدہ تھے، حالانکہ آپ زخموں سے چور تھے آپ چاہتے تو آن کی آن میں بنو ثقیف کا وہ مالدار اور مغرور معاشرہ مٹ جاتا لیکن آپ تو اسلام کا پیغام لائے تھے اور اسلام تو ہے ہی سراسر سلامتی۔ آپ کو تو ان کے ایمان کی فکر تھی اور ایمان کا تو مطلب ہی امن ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے ان کی آئندہ نسلیں صرف اللہ کو پکاریں گی اور یوں آپ نے صبر، تحمل، برداشت، بردباری اور دعائے امن و سلامتی سے اس معاشرے کو یہ موقع دیا کہ وہ اللہ سے رجوع کریں۔

حاصل البحث

اس تحقیقی مضمون سے نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی میں معاشرتی امن قائم کرنے کے لیے جدوجہد واضح ہیں۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ قیام امن کے لیے آپ ﷺ کی کوششیں اور تحریکیں اعلان نبوت سے قبل ہی جاری تھیں۔ اور ایسے آلودہ معاشرے میں مصلح افرادی قوت کی بنیادوں کو قائم رکھا جو عصری ناانصافیوں کے گند کو ختم کرنے میں کامیاب کردار ادا کر سکتے تھے۔ یاد رکھیں آپ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں، بہت سے سماجی و فلاحی کام کر سکتے ہیں، لوگوں کی مالی معاونت کر سکتے ہیں، ان کا پیٹ بھر سکتے ہیں اور ان کاموں میں آپ کو لوگوں کا بڑا تعاون بھی حاصل رہے گا لیکن جب بات آتی ہے ظلم سے ٹکرانے کی اور ظالم کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کی تو ہو سکتا ہے لوگ آپ کی دبے لفظوں تعریف تو کر دیں لیکن کھل کر آپ کا ساتھ دینے سے کترائیں، کیونکہ انہیں اپنے انجام سے خوف محسوس ہو رہا ہو گا۔ اس ساری صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا آپ حضور ﷺ کی حلف الفضول میں شمولیت کو دیکھیں کہ محض بیس سال کی عمر ہے لیکن معاشرے میں امن قائم کرنے کی خاطر آپ معاشرے کے ظالم ترین افراد سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور قیامِ امن کے سلسلے میں کیا جانے والا یہ معاہدہ آقا کریم ﷺ کو کس قدر پسند تھا اور آپ کے دل کے کس قدر قریب تھا کہ آپ اس پر گویا فخر فرمایا کرتے تھے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ نے اس معاشرے میں تبلیغ کے انداز کو جارحانہ انداز سے نہیں بلکہ بڑی حکمت عملی سے جاری فرمایا کہ کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو اور معاشرے میں امن کی فضا قائم رہے لہذا شروع کے تین سال کے عرصے میں نبی کریم ﷺ نے ان منتخب افراد تک دین کی دعوت پہنچائی جو بہت زیادہ قابل اعتبار تھے۔اس میں جہاں بہت سی حکمتیں ہوں گی وہیں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ اگر دعوت کی بات اچانک پھیل جاتی تو قریش کی طرف سے مخالفت کی نوعیت شاید مختلف ہوتی جس کے نتیجے میں ممکن تھا کہ حالات زیادہ خراب ہوتے، گرچہ مخالفت تو بعد میں بھی ہوئی اور شدید ہوئی اور وہ اس لیے ہونی تھی کہ باطل حق کو کبھی قبول نہیں کرتا لہذا مخالفت تو یقینی تھی لیکن پھر بھی ابتداء میں دعوت کے لیے جس انداز کا ماحول بنایا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن وامان قائم رکھنا نبی کریم ﷺ کی اولین ترجیحات میں سے تھا۔

رؤسائے قریش نے جو نبی کریم ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی ان کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ قریش کے رؤسا اور سردار اخلاقی زوال کا شکار تھے، اگر حضور ﷺ کا پیغام پھیل جاتا تو ان کے پاس جو اختیارات تھے اور جو اقتدار تھا وہ چلا جاتا۔یعنی یہ واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ سماجی و معاشرتی اخلاق کو فروغ دے کر معاشرے کو امن وامان کے گلدستوں سے سجانا چاہتے تھے جو کفارِ مکہ کو منظور نہ تھا۔

اسی قیامِ امن کے لیے دیکھیے کہ کتنا سمجھوتا کرنا پڑ رہا ہے، ایک طرف ظلم وستم کی داستانیں ہیں اور ایک طرف پیارے آقا ﷺ کے جانثاروں کی ہمت اور ثابت قدمی ہے اور پھر خود پیارے آقا ﷺ کا صبر ہے کہ اتنا ظلم ہونے کے باوجود آپ کوئی ایساری ایکشن نہیں دے رہے جس سے معاشرے میں امن وامان ی فضا مزید مکدر ہو، مزید انتشار پھیلے، کفارِ مکہ کی طرف سے تو امن کا جنازہ نکالا ہی جا رہا تھا لیکن آپ اور آپ کے اصحاب ایسا کوئی فعل سرانجام نہیں دے رہے تھے جس سے معاشرے کے امن کو مزید نقصان پہنچے اور پھر اس وقت معاشرے میں امن کو برقرار رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جو مسلمانوں کے حق میں جو فیصلہ فرمایا تاریخ میں اسے ہجرتِ حبشہ کا نام دیا جاتا ہے۔

طائف کی وادی میں آقا ﷺ کو جس انداز سے ستایا گیا اور پھر اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے جو انداز اختیار کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کے ان کلمات سے اندازہ کیجیے کہ آپ کس قدر رحم دل تھے اور امن آپ کو کس قدر پسند تھا، آپ ہر گز نہیں چاہتے تھے کہ دو پہاڑوں کو ملا کر طائف کی اس وادی کو اور اس پورے معاشرے کو تباہ و برباد اور نیست ونابود کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ حالانکہ آپ کے پاس مکمل اختیار تھا، حالانکہ آپ ان کے رویے سے بے حد

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

رنجیدہ تھے، حالانکہ آپ زخموں سے چور تھے آپ چاہتے تو آن کی آن میں بنو ثقیف کا وہ مالدار اور مغرور معاشرہ مٹ جاتا لیکن آپ تو اسلام کا پیغام لائے تھے اور اسلام تو ہے ہی سراسر سلامتی۔ آپ کو تو ان کے ایمان کی فکر تھی اور ایمان کا تو مطلب ہی امن ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے ان کی آئندہ نسلیں صرف اللہ کو پکاریں گی اور یوں آپ نے صبر، تحمل، برداشت، بردباری اور دعائے امن و سلامتی سے اس معاشرے کو یہ موقع دیا کہ وہ اللہ سے رجوع کریں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ واقعی رحمۃ اللعالمین، محسنِ انسانیت اور امنِ عام مراجع

القرآن

1. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، (ت ٧٧٤ھ)، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر (لبنان: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، 1976)
2. ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، (ت 213ھ)، السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ط: الثانیۃ (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی، 1955)
3. بخاری، محمد بن اسماعیل، (ت 256ھ) صحیح البخاري (مصر: السلطانیۃ، 1894)
4. بیھقی، احمد بن الحسین، (ت 457ھ)، السنن الکبری، ط: الاولی (القاھرۃ: مرکز ھجر للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، 2011)
5. پیر کرم شاہ، محمد کرم شاہ، الازہری، (ت 1998ء)، ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2018)
6. سھیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، (ت ٥٨١ھ)، الروض الأنف، ط: الأولی (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 2000)
7. شامی، محمد بن یوسف، (ت ٩٤٢ھ)، سبل الھدی والرشاد في سیرۃ خیر العباد، ط: الأولی (لبنان: دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1993)
8. شبلی نعمانی، علامہ (ت 1914ء)، سیرۃ النبی ﷺ (کراچی: دار الاشاعت، 2004)
9. علامہ عبدالمصطفی، اعظمی، سیرتِ مصطفی ﷺ (کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2008)

OPEN ACCESS
CC BY